بنت امیر شریعت مدظلہا

کچھ پریشاں تذکرے

اباجی جب ناگڑیاں سے امرتسر حصول تعلیم کے لئے آنے لگے تو بزرگ خاندان حضرت مولانا سید محمد یوسف رحمہ اللہ سے ملنے گئے وہ داداجی کے چچیرے چچا تھے اور اماں جی کے حقیقی تایا۔ مسلکاً ہمارے خاندان کے واحد اہلحدیث بزرگ اور حضرت مولانا نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری بھی کچھ عرصہ انکے ہم سبق رہے تھے۔ گاؤں میں اس زمانہ میں وزیر آباد سے مستری بلوا کر شاندار مسجد تعمیر کرائی تھی جواب تک موجود ہے۔ اسی مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اباجی فرماتے ہیں مسجد میں حاضر ہوا اور عرض کیا باباجی پڑھنے جارہا ہوں نصیحت فرمائیے انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور سورہ لقمٰن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یا بُنی اَقِم الصّلوٰۃَ وَاْمر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک ان ذالک من عزم الامور۔

میں نے سلام و مصافحہ کیا اور اٹھ کر آ گیا اس سے بڑی نصیحت اور کیا ہوتی؟ باباجی کا مزار اب بھی گاؤں میں مرجع عوام ہے۔ انکی بنائی ہوئی مسجد میں قریباً چالیس سال ہمارے داداجی حضرت حافظ ضیاء الدین صاحب رحمہ اللہ نے امامت کی اور تراویح میں کلام پاک بھی سنایا ان کے بعد خاندان کے ایک دو افراد نے امامت کی۔ آجکل بھائی عطاء المحسن سلمہ اللہ نے وہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کا مدرسہ قائم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ قائم رکھیں اور ترقی عطاء فرمائیں آمین۔ ننھیالی گھر اور مسجد کی دیوار ایک تھی۔ ہماری نانی جی صاحبہ رحمہ اللہ علیہا کو تلاوت کا بہت ذوق تھا، سینکڑوں لڑکوں لڑکیوں کو قرآن پاک پڑھایا۔ اباجی کا امرتسر آنے سے پہلے مسجد میں روزانہ ختم قرآن کا معمول تھا۔ نانی جی پیڑھی بچھا کر مسجد کی دیوار کے ساتھ بیٹھ جاتیں اور قرآن پاک سنتی رہتیں۔ اللہ پاک سب کی ارواح پر رحمت نازل فرمائیں، آمین ثم آمین۔

آخری بیماری میں عصر و مغرب کے درمیان کچھ طبیعت بحال ہوتی تو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ہم اباجی کو کرسی پر کچھ دیر کے لئے بٹھا دیتے اکثر مغرب کی اذان تک بیٹھتے ورنہ ٹانگیں تھک جاتیں تو جب کبھی زبانی اور کبھی ہاتھ کے اشارہ سے کہتے تھک گیا ہوں تو پھر ہم لٹا دیتے۔ ایک روز ایسے ہی بٹھایا تھا اتفاق کی بات کہ اسوقت بھائی کوئی گھر نہ تھا۔ دروازہ پر دستک ہوئی پڑھنے والے ایک دو بچے موجود تھے انہوں نے کہا ایک بابا کہتا ہے شاہ جی سے ملنا ہے۔ بڑا تنگ وقت تھا۔ میں صحن کے کونے میں چولھے پر روٹی پکا رہی تھی اور مغرب کا وقت ہونے والا تھا میں نے کہا اماں جی میں چارپائی کھڑی کر لیتی ہوں، بے چارا پتا نہیں کہاں سے

آیا ہو گا۔ چنانچہ میں نے چار پائی پر چادر ڈال لی اماں جی کمرے میں چلی گئیں اور بچہ اس بوڑھے دیہاتی کو لے آیا۔ ملگجے کپڑوں والا وہ بوڑھا برآمدے میں بیٹھے ابا جی کی کرسی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گیا اور سلام کر کے انکی دونوں پنڈلیوں کو پکڑ کر رونا شروع کر دیا۔ میں نے سنا..... ابا جی نے دو دفعہ کہا، "نہ رو آخر ایہو انجام اے" میں نہیں جانتی وہ کون تھا؟ چند منٹ بعد وہ اٹھا اور سلام کر کے پگڑی کے پلو سے آنسو پونچھتا ہوا باہر نکل گیا۔ یہ تھی وہ محبوبیت جو اللہ تعالیٰ نے انکے لئے لوگوں کے دلوں میں القاء کر دی تھی اور جس کے مظاہر بارہا شاہدہ میں آئے۔

ایک روز عصر کے وقت صحن میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ برادر محترم جناب ملک عبدالغفور صاحب انوری مرحوم و مغفور ملنے آئے۔ بیٹھک کھلی تھی کوئی صاحب بیٹھے تھے۔ انوری صاحب نے دروازے میں کھڑے ہو کر کہا السلام علیکم۔ ابا جی نے جواب دیا۔ ممکن ہے پیالی کی کھنک انہوں نے سنی ہو یا ویسے ہی کہا "چاہ پیٔے پئے ندے او" (چائے پی رہے ہو) ابا جی نے مسکرا کر کہا "اوے ہر کھڑاک نوں پیالی دا نہ سمجھ لئیں مار یا جاویں گا" مرحوم انوری صاحب ۹-۱۰ برس کی عمر سے وفات تک احرار اور ہمارے خاندان سے وابستہ رہے انکے والد ماجد سے لیکر نواسوں تک تین نسلوں کا تعلق ابھی تک الحمدللہ نبھ رہا ہے۔ جب انہوں نے چائے پینی ہوتی بے تکلف پی لیا کرتے اس وقت نہیں یاد اس دن پی یا نہیں۔ ان کے والد صاحب کے متعلق ابا جی نے فرمایا کہ جب ملتان میں ہر رات میرے قتل کی رات ہوتی (مخالف منصوبے بناتے تھے) تو مولوی برخوردار میرا پہریدار ہوتا تھا۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

ایک دن ابا جی نے لطیفہ سنایا۔ مولوی مظہر علی اظہر صاحب کے ساتھ لاری میں سفر کر رہے تھے۔ چھوٹی سی ٹوکری میں پان کا سامان ساتھ ہوتا تھا۔ سیٹ پر ٹوکری رکھنے کی جگہ نہ تھی پان لگانا تھا اس لئے پان کا ٹکڑا تو خود ہاتھ میں پکڑا اور ڈبا نما پاندان مولوی صاحب کو تھماتے ہوئے کہا بھائی مظہر!

تعاونو علی البر والتقوی

مولوی صاحب نے ڈبا پکڑا اور چونے کتھے کے خانوں کی طرف انگلی کر کے کہنے لگے "اینہاں وچوں بر کیہڑا اے تے تقویٰ کیہڑا؟"

ایک روز فرمانے لگے امرتسر بیٹھک میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ سڑک پر سے چار پائیاں ٹھوکنے والا گزرا اور اس نے آواز لگائی "منجی پیڑھی ٹھکالو"! معاً مجھے خیال آیا یہی حال برطانوی فوج میں شامل ہمارے مسلمان بھائیوں کا ہے۔ یہ ترکھان تو روزی کمانے کے لئے کندھے پر اپنے ہتھیار اٹھائے پھرتا ہے اور فوجی کندھے پر بندوق رکھے کہتا ہے مصری مروالو۔ حجازی مروالو۔ ترکی مروالو۔ شامی مروالو۔ ۱۵ روپے دو اور جس کو چاہو مروالو۔ تب ۱۵-۱۶ روپے ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ ایک روز ایک پٹھان چھریاں چاقو تیز کرنے والے سے فرمایا

کہ تم لوگ اتنی محنت کرتے ہو لیکن مسلمان بھائیوں کو قرض سود پر دیتے ہو یہ تو حرام ہے۔ فرماتے وہ کہنے لگا یہ لوگ یہاں سے جاتے ہیں ہم آزاد قبائل پر بم اور گولیاں برساتے ہیں۔ ہمارے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ بناتے ہیں ہم نے انکا کیا بگاڑا ہے؟ کون کاپر کا بچہ (کافر کا بچہ) انکو مسلمان سمجھتا ہے۔؟

✥

سرسکندر والے کیس میں خانقاہ سراجیہ کندیاں والے حضرت مولانا احمد خاں صاحب کو جب اباجی نے دعاء کے لئے پیغام بھیجا تو انہوں نے وظیفہ پڑھنے کے لئے بتایا اور ساتھ فرمایا تھا " جے میں ول ہوندا تے میرا اک رات دا کم سی ہن شاہ نوں آٹھوتن راتاں پڑھے تے ہوئے گا تماشا۔" پھر رپورٹر نے ہی جعلی تقریر کا بھانڈا برسر عدالت پھوڑ دیا۔ اباجی فرمایا کرتے تھے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا، آنکھیں بند کیں تو تلوار چلتی دیکھی۔ حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمہ اللہ نے ایک بڑا عجیب تحفہ بھی عنایت فرمایا تھا۔ جب رہائی کے بعد ملنے گئے۔ لکڑی کی ایک چوکور صندوقچی، جس پر سنہرے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اسکے اندر نمدا لگا کر چائے دانی اور دودھ دان وغیرہ رکھنے کے خانے بنے ہوئے تھے چائے بنا کر اس میں رکھ لی جائے تو کئی گھنٹے گرم رہے۔ اباجی نے تبرکاً رکھ دی تھی ۷۴ء میں جہاں سب کچھ گیا ساتھ وہ بھی گئی ایک اور بڑا عجیب قصہ بیان فرماتے کہ حضرت کے ایک صاحبزادے جواں سال فوت ہو گئے تھے۔ میں جب ملنے گیا تو حضرت کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دل میں خیال آیا کہ جوان بیوہ بے چاری کیسے زندگی گزارے گی۔ جب نماز ختم ہو گئی تو حضرت رحمہ اللہ نے کسی خادم سے فرمایا کتب خانہ میں جاؤ اور فلاں کتاب نکال لاؤ۔ خادم گیا اور مطلوبہ کتاب حاضر کر دی۔ اس خلاف معمول عمل پر سب حیران تھے۔ مجلس میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (سرگودہا والے) اور ان کے چچا حضرت مولانا احمد الدین صاحب گنجیالوی بھی شریک تھے۔ حضرت نے کسی سے فرمایا کہ فلاں صفحہ سے پڑھو۔

" قصہ یہ تھا کہ کسی جہاد میں ایک مجاہد شہید ہو گیا بیوہ جوان تھی بچے بھی تھے محنت مشقت کر کے گزارا کرتی تھی پھر اسکے متعلق یہ مشہور ہوا کہ وہ کھاتی پیتی کچھ نہیں، ہوتے ہوتے یہ بات خلیفۂ وقت تک پہنچی تو اسے دربارِ شاہی میں طلب کیا گیا اور سوال کیا گیا کہ کیا واقعی تم غذا نہیں کھاتیں

اسنے کہا خاوند کی شہادت کے بعد اکثر روتی تھی ایک رات خواب دیکھا کہ بہت خوبصورت باغ ہے اسکے اندر سے لوگوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میرے خاوند کی آواز بھی تھی۔ میں سن کر اندر چلی گئی تو میرا خاوند کچھ کھا رہا تھا اسنے اپنے رفیقوں سے کہا اگر تم اجازت دو تو یہ میری بیوی ہے اس کھانے میں سے میں اسے کچھ دیدوں۔ انہوں نے اجازت دیدی تو میرے خاوند نے ایک ٹکڑا میرے ہاتھ پر رکھ دیا، وہ میں نے کھایا شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا جب میری آنکھ کھلی تو اس کھانے کا ذائقہ میرے منہ میں تھا اسکے بعد سے نہ مجھے بھوک ہے نہ پیاس پیٹ کمر کے ساتھ لگ چکا ہے اور سہارے کے لئے کمر پر کپڑا باندھے رکھتی ہوں!"

اباجی فرماتے میں سمجھ گیا کہ یہ میری اصلاح ہو رہی ہے۔ میرے دل میں جو انکے گھر کے متعلق خیال آیا۔ قصہ ختم ہوا تو میں نے کہا حضرت ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ حیات مسیح کا۔ کئی لوگوں کو بہت فکر ہے کہ وہ آسمانوں پر کھاتے کیا ہیں۔ حاضرین حیران تھے کہ پہلے کونسا مسئلہ تھا کہ اب دوسرا حل ہو گیا۔ مولانا احمد الدین حیاتِ مسیح کی بات سنکر بے اختیار کہہ اٹھے "شاہ ایہہ تیرا فیض اے۔" فرماتے تھے بعد میں میں نے مفتی محمد شفیع صاحب کو بتایا کہ میرے دل میں بس اتنا خیال گزرا تھا کہ بے چاری بیوہ کیسے گزارا کرے گی۔ مولٰینا احمد الدین صاحب شگفتہ مزاج بزرگ تھے۔ اباجی فرماتے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہتے، چائے کا انکار "متفق علیہ کفر ہے" مطلب تھا اباجی اور مولانا خود!

❖

جب سردار عبد الرّب نشتر گورنر پنجاب تھے، ملتان دورہ پر آئے اور چلے گئے۔ اباجی کا قیام ملتان انکے علم میں تھا۔ بیماری کا یہاں پتا چلا ہو گا۔ بہر حال عیادت کا خط انہوں نے حیدر آباد (سندھ) سے لکھا مجھے یاد ہے ۴۲ء یا ۴۳ء میں اباجی نے سرحد کا دورہ کیا تو آ کر بتایا تھا کہ نشتر صاحب نے بھی دعوت کی تھی۔ کیا دور تھا۔ علی گل خان صاحب سرحد کے کانگریسی لیڈر، سردار اورنگزیب خاں لیگی لیڈر، سب نے دعوتیں کیں۔ بہر حال نشتر صاحب کے ملاقات نہ کرنے اور خط لکھنے پر اباجی نے ارتجالاً یہ شعر کہا اور یہی خط کے جواب میں لکھ بھیجا۔

نوشتی نامۂ از حیدر آباد بملتاں جانِ زامِ راندیدی

پھر نہ تو جواب آیا۔ نہ کبھی اور خط!

❖

قبل از تقسیم ایک دفعہ ضلع ملتان ہی کے کسی چھوٹے سے گاؤں میں گئے (بھائی عطاء المؤمن سلمہ نے یاد دلایا وہ گاؤں محبت پور تحصیل میلسی تھا اور داعی تھے قاضی عبید اللہ صاحب مرحوم، جنکو کسی شقی القلب نے کچھ عرصہ ہوا شہید کر دیا) داعی نے اپنے مکان کے صحن میں ہی بستر بچھا دیا۔ فرمانے لگے میں نے اسے کہا کہ میرا بستر گھر سے باہر کھلی جگہ بچھا دو۔ بہنوں بچیوں کو تنگی نہ ہو۔ فرماتے میں باہر سو گیا آدھی رات کا عمل ہو گا کہ ایک بڑے زور دار دھماکہ سے میری آنکھ کھل گئی چاروں طرف دیکھا کوئی آدم نہ آدم زاد لیکن بارود کی سی بو پھیلی ہوئی تھی میں نے تھوڑی دیر سوچا پھر صاحب خانہ کو جگایا اور چارپائی وہاں سے اٹھا کر گھر میں ایک طرف بچھانے کو کہا تو وہ حیران تو ہوا کہ پہلے منتوں کے باوجود شاہ جی اندر نہیں سوئے اب کیا بات ہوئی۔ میں نے پوچھا اباجی پھر یہ کیا تھا۔ فرمانے لگے "مجھے وہاں سے اٹھانا مقصود تھا" اور وہ بو فالج کے پہلے حملہ تک میرے دماغ میں تھی اب نہیں ہے!۔

❖

میرے سسر حضرت الحاج سید محمد شفیع شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے اباجی کی وفات کے بعد بتایا کہ

جس دن بخاری صاحب فوت ہوئے ہیں میں آیا تو اسٹیشن ملتان چھاؤنی پر ایک آدمی بینچ پر بیٹھا تھا۔ اسکے ہاتھ میں اس روز کا اخبار تھا۔ وہ اخبار کھولتا خبر پڑھتا اور دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیتا۔ کئی بار اسنے ایسا ہی کیا۔ میں اسے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ اس شخص کا خاندانی تعلق تو کوئی نہیں محض لوجہ اللہ محبت سے اسکا یہ حال ہے۔ اباجی کی زندگی میں انہوں نے مجھے ایک دفعہ سنایا کہ ہم (کوئی اور صاحب بھی ساتھ تھے) ملتان آئے، تانگہ میں بیٹھے تو ایک پولیس کا سپاہی بھی سوار ہو گیا اور پھر بغیر کرایہ دئے اپنی منزل مقصود پر اتر گیا جب وہ اتر گیا تو تانگے والے نے اسے خوب صلواتیں سنائیں چچا جان کہتے کہ جب ہم قاسم العلوم کے سامنے تانگہ سے اتر کر میدان کی طرف چلے تو دو آدمی شاہ جی سے مل کر واپس جا رہے تھے اور آپس میں بات کر رہے تھے کہ اللہ کا شکر ہے ہم نے جو ہدیہ پیش کیا شاہ جی نے قبول فرما لیا تو میں نے سوچا یہ ہیں تصویر کے دو رخ ایک نے از خود حق جتلایا اور تانگے والے نے پس پشت گالیاں دیں۔ ایک یہ ہیں کہ دیگر شکر گزار ہیں کہ ہدیہ قبول ہوا۔

❋

ایک اور واقعہ سنایا کہ کوٹ "ملانہ" عبدالحکیم (تحصیل کبیروالہ) کے نواح میں گاؤں ہے اباجی نے پاکستان بننے سے قبل وہاں تقریر کی اور دیہاتیوں کو گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کر کے داخل ہونیکی تلقین کی۔ فرماتے ایک اجڈ دیہاتی دوسرے سے کہنے لگا بڑی تعریف سنی تھی۔

" پیر عطاء اللہ شاہ بڑے وعظ کریندا اے، ایہو وعظ کریندا اے؟ جو گھر ونبو تے دھی مائی بیٹھی ہووے تاں آکھو "السلام علیکم"۔ بڈای نہ مریوے"

یعنی پیر عطاء اللہ شاہ کی بڑی تعریف سنی تھی یہی وعظ کرتا ہے؟ کہ گھر جاؤ اور بیٹی بھی بیٹھی ہو تو کہو السلام علیکم۔ ڈوب کر نہ مرجائیں! جہالت کا اندازہ لگائیں کہ سلام کرنا ڈوب مرنے کا مقام تھا وہ سچ ہی تو کہتے تھے میں نے بنجر زمینوں میں ہل چلائے ہیں۔ بے شمار دیہاتوں میں کئی کئی گھنٹے صرف السلام علیکم کے موضوع پر تقریریں کیں۔

❋

اباجی نے ایک دفعہ سنایا کہ ضلع مظفر گڑھ میں کسی جگہ جلسہ تھا دو اڑھائی گھنٹے وعظ کے بعد پوچھا کہ اب تو آپکو مسائل کی سمجھ آ گئی ہو گی تو جلسہ میں سے متفقہ آواز آئی "سائیں" کو، "یعنی نہیں جناب! فرماتے تھے پھر دوبارا گھنٹہ دو لگا کر انکو مسائل ضرور یہ ذہن نشین کرائے۔ پھر پوچھا کہ اب سمجھ آ گئی ہے؟ تو حاضرین نے جواب دیا کہ اب سمجھ آ گئی ہے۔

❋

سید محمد شفیع شاہ صاحب چچا جان رحمہ اللہ ایک اور قصہ بڑے مزے لے لے کر سنایا کرتے۔ عبدالحکیم کے معروف بزرگ حضرت پیر سید خورشید احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بھی اباجی کا بہت تعلق تھا وہ اپنے چک میں جلسہ کراتے اور اباجی کو تقریر کے لئے بلاتے۔ ایک دفعہ پیر صاحب کا ایک بچہ حادثاتی طور پر فوت ہو گیا

کہیں سے ماچس ہاتھ آ گئی تیلیاں جلا جلا کر پھینکتا رہا آخر قمیض کو آگ لگ گئی اور وہ بے چارا جھلس گیا اور انتقال کر گیا۔ ابا جی جلسہ پر عبدالحکیم آئے تو اس حادثہ کا پتا چلا تو انہوں نے تعزیت کے لئے چک میں جانے کا ارادہ کیا چنانچہ پیر مبارک شاہ صاحب بغدادی مرحوم، میرے سسر اور غالباً حافظ محمد حسین صاحب مرحوم بھی جو پیر صاحب کے بڑے چہیتے شاگرد اور مرید تھے ساتھ گئے وہاں پہنچ کر تعزیت کی۔ چچا جان فرمایا کرتے کہ تب تک میں صرف بخاری صاحب کی تقریروں کا سامع تھا سلام و مصافحہ ہوتا اور بس! نماز ظہر کے بعد مسجد میں سب بزرگ جمع تھے کہ بخاری صاحب نے کہا مبارک شاہ اسوقت ہم تین سید یہاں اکٹھے ہیں آؤ دعاء کریں آج اللہ تعالیٰ سے پیر خورشید شاہ کو تین بیٹے لے کر دیتے ہیں۔ اس اثنا میں پیر صاحب کے ہاں سے کھانا آیا تو فرمانے لگے کھانا بعد میں کھائیں گے پہلے دعاء کریں گے۔ چچا جان کہتے میں مسجد کے دالان میں ایک طرف بیٹھا ہوا دل میں سوچ رہا تھا کہ انکو اللہ تعالیٰ پر اتنا اعتماد ہے؟ کہ بڑے زور سے کہہ رہے ہیں ۳ بیٹے لیکر دینے ہیں فرماتے تینوں بڑی دیر تک دعاء میں مصروف رہے اور دعاء بخاری صاحب نے ہی کرائی۔ چچا جان مرحوم روائیتی کرامات کے کچھ زیادہ معترف بزرگ نہ تھے مگر یہ قصہ جب انکو یاد آجاتا بڑے انبساط سے سناتے اور کہتے کہ اس روز کی دعاء کی قبولیت دیکھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تین ہی بیٹے پیر صاحب کو عطاء کئے۔

*

جیٹھ بھٹہ کے ایک مولوی صاحب (غالباً اللہ بخش نام)

بھائی جان سے رحیم یار خاں جیل میں ملے تو یہ واقعہ سنایا کہ: "ابا جی سے ملنے ملتان آئے تو انہوں نے حافظ کے یہ اشعار سنائے۔

باغباں گر پنجروزہ صحبتِ گل بایدش
بر جفائے خارِ ہجراں صبرِ بلبل بایدش
اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چوں بدام اُفتد تحمل بایدش

ابا جی فرماتے تھے۔ ہر شاعر کا ہر شعر اچھا نہیں ہوتا حافظ کا کمال یہ ہے کہ اس کا ہر شعر اچھا ہے۔ حضرت تھانوی نے کہیں فرمایا کہ: "مشہور ہے تفسیر کشاف کا حاشیہ حافظ شیرازی نے لکھا ہے (اللہ تعالیٰ ایسے کام کسی بُرے آدمی سے نہیں لیتا۔)

جامعہ عباسیہ کے ایک متعلم مولوی صاحب مدینہ طیبہ میں پیر جی عطاء المھیمن سلمہ سے ملے اور سنایا کہ انکے دور طالبعلمی میں ابا جی جامعہ عباسیہ آئے اور ہم طلباء کے درمیان بیٹھے تھے کہ شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی تشریف لائے اور دیکھ کر فرمایا۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

تو ابا جی نے کہا مولانا یہ تو بہت پرانا ہے اسے چھوڑئے

دلم باز لفِ جاناں می نشیند
پریشاں با پریشاں می نشیند

تقسیم ہند کے بعد انور صابری مرحوم اباجی سے ملنے پاکستان آئے تو دیکھ کر روئے کہ شاہ جی یہ کیا ہو گیا۔ تو فرمایا بس کسی دن سن لو گے "بخاری نہیں رہا۔"

وجل السیول عن الطلول کانها -- زبر تجد متونها اقلامها

سیلاب نے کھنڈرات کو ایسے نمایاں کر دیا جیسے پرانی تحریروں کو انکے قلم نے کر دیا

موضع باگڑ سرگانہ میں قبل از تقسیم بھی بہت مضبوط جماعت قائم تھی مجھے مہر شوق محمد سرگانہ کا نام بچپن سے یاد ہے کہ ان کی اباجی سے خط و کتابت رہتی تھی ایک بار وہاں کانفرنس ہوئی اباجی، مولانا حبیب الرحمن صاحب، قاضی صاحب، شیخ صاحب، سبھی حضرات موجود تھے اباجی فرمانے لگے ایک روز بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا مجھے بیعت کر لیجئے۔ میں نے کہا بھائی جا کسی نیک آدمی کی بیعت کر لے۔ وہ چلا گیا۔ دوسری بار پھر آیا میں نے پھر کہا کسی اور بزرگ کی بیعت کر لیجئے۔ تیسری بار وہ پھر آیا۔ ہم سب ساتھی صبح کی نماز سے فارغ ہو کر چار پائیوں پر بیٹھے تھے اور میں پاؤں لٹکا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسنے آکر پھر بیعت کرنے کو کہا میں نے زچ ہو کر کہا آ چڑھ میرے کندھوں پر تجھے بیعت کروں وہ اتنا سادہ آدمی تھا فوراً میرے کندھوں پر سوار ہو گیا۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب ہنس ہنس کر دوہرے ہو رہے تھے، اٹھ کر کھڑے ہو گئے تالیاں بجاتے اور کہتے اب بھی نہ کرو بیعت! میں نے کہا بھائی میں نے بیعت کیا، میرے پیر نے تجھے بیعت کیا، تو نیچے اتر! اس بیچارے نے سمجھا شاہ جی کا طریقۂ بیعت یہی ہے! خیر بعد میں اسے بیعت کر لیا یہ قصہ یوں سنایا! کہ تذکرہ مولانا آزاد کا ہو رہا تھا کہنے لگے مولانا علامہ حسین میر کاشمیری کو جب دیکھتے تو مسکرانے لگتے خصوصاً انکی گردن کے دائمی انحنا پر۔ تو میں نے کہا اباجی کوئی ایسا بھی ہے جسے دیکھتے ہی آپ کو ہنسی آئے تو یہ باگڑ میں بیعت والا قصہ سنایا۔ ملتان میں ایک روز مسکراتے ہوئے بیٹھک سے اندر آئے اور کہا وہی باگڑ والا مرید آیا ہے پھر تواضع کے لئے خور و نوش کی اشیاء خود اٹھا کر لے گئے۔